مفتی منیب الرحمٰن کے تفردات

(مجموعہ فتاویٰ تفہیم المسائل، جلد ۶)

محمد اعظم سعیدی

(مہتمم جامعہ اسلامیہ کورنگی ٹرسٹ، کراچی)

ABSTRACT:

Prof. Mufti Muneeb ur Rehman is a famous scholar of Pakistan and an author of various books. He is also the chairman of Moon Sighting Committee (Pakistan), and chairing this post for a very long period of time. He is more famous for his Fiqhi verdicts and his fatwas have been published in Daily Express (Karachi). His fatwas have been published in six volumes, and I have selected his last 6th volume for this article. His different opinions in the following book have been picked up in this article. I have described his unique interpretation under the following names:

A) Who is superior between human being and an angel?

B) To Call Prophet Muhammad (PBUH) to work for religious organization.

C) The faiths of Sufi Saints and their followers.

D) Is being born in Ka'ba have any additional superiority?

E) Issue about for late joiners in the prayer?

F) The proper way of performing missing prayers (Qaza -e-Umri).

G) The verdict regarding the "prayers in the leadership of

Women"

H) Helping from Zakat to buy a home on Pugree.

رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے چیئرمین اور دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے مدیر اعلیٰ محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ نے درس نظامی یعنی صرف، نحو، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، علم کلام اور عربی ادب مع دورۂ حدیث کی تکمیل جامعہ نظامیہ لاہور سے کی، مدرسہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تحصیل بھی جاری رکھی، یہاں تک کہ یونیورسٹی آف کراچی سے ایم اے کی سند حاصل کی اور کراچی سے ہی ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی، ۱۹۷۰ء کے ابتدائی عشرہ سے باقاعدہ مسندِ تدریس سنبھالی، اگرچہ کتب فقہ کی تدریس بھی فرماتے رہے لیکن منطق، علم کلام اور خاص طور پر کتب ادب عربی مثلاً مقاماتِ حریری، دیوانِ متنبی، سبعہ معلقات اور حماسہ وغیرہ ان کے من پسند سبجیکٹ رہے، دارالعلوم نعیمیہ سے شروع سے وابستگی اور اسی دارالعلوم میں تدریس کے ساتھ ساتھ کالجز میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، بالآخر علامہ اقبال کالج سے بحیثیت پروفیسر ریٹائر ہوئے مگر جیسا کہ عصر حاضر میں بطور تعلّی تمام سابقے لاحقے اپنی شناخت کے لیئے استعمال کیئے جاتے ہیں لیکن موصوف نے اپنے آپ کو کبھی پروفیسر یا ایل ایل بی وغیرہ جیسے لاحقے، سابقے سے متعارف نہیں کرایا، بس لفظ ''مفتی'' کو ہی اپنے نام کے ساتھ بطور سابقہ قبول کیا ہے اور یہی سابقہ ان کی شناخت ہے۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کو فقہ، اصول فقہ میں کمال دسترس حاصل ہے، بایں سبب ایک وسیع حلقہ اپنی تحریروں میں انہیں مفتی اعظم پاکستان کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے، آپ کی علمی استعداد کا ہر طبقہ اور ہر مکتبۂ فکر معترف ہے، یہاں تک کہ جب سابق صدر مملکت پرویز مشرف نے غیر مرئی قوتوں کے اشارے پر دینی مدارس کی رجسٹریشن اور من پسند نصاب مسلط کرنے کی نیت سے شب خون مارنے کی کوشش کی تو دینی مدارس کے چاروں بورڈ کی تنظیمات نے مشترکہ حکمت عملی اپنانے کے لئے اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے نام سے الائنس بنایا تو متفقہ طور پر اس اتحاد کا سربراہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کو منتخب کیا گیا، جب دینی مدارس کے نصاب اور دیگر متعلقہ مسائل پر گفتگو کے لئے اتحاد تنظیمات کے وفد کو لندن آنے کی دعوت دی گئی تو برطانیہ کے وزیر تعلیم سے مذاکرات اور نصاب سے متعلق بریفنگ دینے کیلئے تنظیمات نے مفتی منیب الرحمٰن کو ہی منتخب کیا تھا۔

مفتی صاحب نے حج و عمرہ کی سعادت کے علاوہ بعض یورپی اور افریقی ممالک کے متعدد دورے کئے ہیں اور وہاں انہوں نے مختلف موضوعات پر منعقدہ سیمینارز اور عوامی اجتماعات سے خطاب فرمایا ہے بلکہ کم وبیش ۲۵ سال قبل ساؤتھ افریقہ کے صوبہ نٹال کے مرکزی شہر ڈربن کی ایک معروف تنظیم نے مستقل طور پر مفتی صاحب موصوف کی خدمات حاصل کرنے کی سعی کی تھی اور آپ نے ڈربن شہر کی گرے اسٹریٹ میں چند ماہ خدمات بھی انجام دیں مگر مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ (جسٹس وفاقی شریعہ کورٹ) کی خواہش پر واپس پاکستان تشریف لائے اور پاکستان میں ہی دینی خدمات انجام دینے کو ترجیح دی اور قدیم وابستگی کے پیش نظر دارالعلوم نعیمیہ کو ہی اپنی تدریسی، دینی فکری سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور یہاں سے ہی فتویٰ نویسی کی ابتدا فرمائی، جو ہنوز جاری ہے اس کے علاوہ کم وبیش ایک عشرہ سے ملک کے ایک معروف اخبار (ایکسپریس) میں تفہیم المسائل کے نام سے سوالات کے جوابات دینے کا سلسلہ جاری ہے، آپ کے مجموعہ فتاویٰ تفہیم المسائل کی چھ جلدیں اب تک زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

مجلّہ التفسیر کے تفردات نمبر کے لیے مفتی منیب الرحمٰن کے مجموعہ فتاویٰ "تفہیم المسائل" کی مکمل چھ جلدوں کو ہی موضوع قلم بنانے کا ارادہ تھا مگر کچھ مصروفیات، کچھ صحت کے مسائل اور سب سے زیادہ وہ مسئلہ جو بجز مقتدر شخصیتوں کے پوری قوم کو درپیش ہے یعنی لوڈشیڈنگ، وہ ایسا آڑے آیا کہ الامان الحفیظ، بہر حال آخری دو دنوں میں تفہیم المسائل کی صرف چھٹی جلد وہ بھی نامکمل دیکھ پایا، البتہ آئندہ اس عنوان پر کام جاری رہے گا ان شاء اللہ۔

فقہی مسائل اپنے جزئیات وفروعات میں اس قدر متنوع ہوتے ہیں کہ ان میں تفرد تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، نیز گذشتہ ایک صدی کے فتاویٰ جات تو تقریباً منقولی ہیں اور اب بھی اسی پر عمل ہے یعنی جوابات میں تحقیق، تفرد، تجدد سے صرف نظر یکساں معمول ہے، البتہ مفتی منیب الرحمٰن کے فتاویٰ تفہیم المسائل کی جلد ۴، ۵، اور ۶ میں کہیں کہیں اجتہادی نکات پڑھنے کو مل جاتے ہیں، اس لیے کہ موصوف اپنے فقہاء کرام کی اطاعت کے باوجود تحقیق مزید سے دامن نہیں بچاتے، یہی وجہ ہے کہ موصوف نے مزید تحقیق کے پیش نظر اپنے دو ایک فتاویٰ سے رجوع فرمایا ہے۔ اور ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ہم عصر مفتیان کرام سے اختلاف کی صورت میں اُن کا اور اپنا موقف بیان کرکے سائل کو اختیار دے دیتے ہیں کہ وہ جس موقف پر اعتماد ہو اسی پر عمل کرے، اسی طرح بعض عصری تحریکوں، تنظیموں اور دعوتوں کے حوالے سے دریافت کیے گئے سوالات کے جوابات دینے میں بعض حضرات یا تو مصلحت سے کام لیتے ہیں یا پھر ایسے سوالوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن اس حوالے سے مفتی صاحب کے جرأتمندانہ فتوے اہل علم کے نزدیک قدر ومنزلت کے حامل ہیں، قارئین اب مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے تفردات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ بشر اور ملائکہ میں أفضل کون؟

آج سے کم وبیش ۴۰، ۴۵ سال پہلے ملتان کے غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ اور فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری رضویؒ کے مابین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت جبرائیلؑ میں باہم فضیلت پر ایک علمی مناظرہ (تقریری تحریری) ہوا تھا جس میں ملک بھر کے جید علماء کرام کسی نہ کسی صورت میں شریک ہو گئے تھے، فیصلہ تو نہ ہو سکا مگر اس مناظرہ سے ملتان اور فیصل آباد میں انفصال تقریباً ۲۰۰۵ء تک قائم رہا، اب کسی مخصوص شخصیت اور فرشتے میں فضیلت کا تو نہیں البتہ اجتماعی طور پر کہ بشر اور ملائکہ میں افضل کون ہے؟ کے حوالے سے محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے مسئلہ دریافت کیا گیا ہے ان کا منفرد انداز میں جواب درج ذیل ہے۔

> "رسل بشر، رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ کے عام انسانوں سے افضل ہونے پر جمہور علماء اُمت کا اجماع ہے .... جہاں تک یہ کہا گیا ہے کہ عام انسان ملائکہ سے افضل ہیں ان سے وہ انسان مراد ہیں جو علماء وصلحاء ہیں، ایمان کامل رکھتے ہیں، کسی علانیہ فسق وفجور اور بدعت وضلالت میں مبتلا نہیں ہیں" (تفہیم المسائل، ج/۶، ص/۲۳)

اس جواب میں ایک تو معتزلہ، فلاسفہ اور بعض اشاعرہ کی تردید بھی ہو گئی دوم کسی اردو فتاویٰ میں رسل ملائکہ کا جملہ بطور اصطلاح پہلی مرتبہ استعمال ہوا ہے حالانکہ قرآن میں رسول کی نسبت ملائکہ کی طرف موجود ہے، مفتی صاحب کا جدید طرز استدلال

اور رسل ملائکہ جیسی اصطلاح ان کے تفرد کی واضح نشاندہی کر رہا ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنی مذہبی تنظیم میں کام کرنے کی دعوت دینا:

عصرِ حاضر میں بعض مذہبی اور روحانی تنظیموں کے قائدین اپنے معتقدین و متعلقین پر اپنے اثر کو قائم رکھنے اور اس میں اضافہ کرنے کیلئے ایسے ایسے خوابوں کی تشہیر کرتے ہیں کہ باشعور انسان کانپ کر رہ جاتے ہیں اور اربابِ فتویٰ بھی ان قائدین کی قوت کے سامنے مہر بہ لب رہنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں ایسا ایک سوال محترم مفتی صاحب موصوف سے کیا گیا کہ "ایک مذہبی تنظیم کے ذمہ دار نے کارکنان کو تنظیمی کام کی ترغیب دلاتے ہوئے ایک خواب بیان کیا کہ "حضور ﷺ ہمارے تنظیمی کام سے خوش ہیں اور پھر تنظیم کے ذمہ دار نے حضور ﷺ کو تنظیم میں کام کرنے کی پیشکش کی" مفتی صاحب متعدد آیات و احادیث کی روشنی میں اس پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "لیکن اگر کوئی شخص محض اپنی بڑائی اور شان ظاہر کرنے کی خاطر جھوٹا خواب بیان کرے یعنی اس نے حضور ﷺ کی زیارت نہ کی ہو اور لوگوں سے بیان کرتا پھرے تو حدیث کے مطابق وہ نارِ جہنم کا مستحق ہے، حضور ﷺ کے بارے میں اس طرح پتہ چلتا ہے کہ خواب میں کوئی تعارف کرائے یا اس کے دل میں یہ بات آئے کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں، اسی طرح ظاہر حال کے اعتبار سے وہ شخص فاسق و فاجر یا مبتدع ہے تو اس کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا یا وہ ایسی مذہبی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے جو اپنے یا اپنے رہنما کے بارے میں ایسے تفردات کی مدعی ہے جو صراحۃً خلاف واقع ہیں یا ان کے عقائد میں کوئی فساد ہے تو ان کے دعوؤں پر اعتبار نہیں کیا جائے گا" (تفہیم المسائل، ج/۶، ص/۲۶)

ایک صفحہ بعد مزید لکھتے ہیں ہمارے نزدیک:

> "یہ خواہش یا پیشکش کہ رسول اللہ ﷺ ان کی تنظیم میں کام کریں ایسی ہے جس سے بظاہر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ان کے امیر کی سربراہی میں کام کریں یہ خلافِ ادب ہے، ہمارے نزدیک اس طرح کے خوابوں کو عوام میں بیان کرنا درست نہیں ہے اور نہ ہی دینی مصلحت و حکمت کا تقاضا ہے اور مقاصدِ شرعیہ میں ایک سدِ ذرائع بھی ہے۔ (تفہیم المسائل، ج/۶، ص/۲۷)

مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ میں قرار دیا ہے کہ:

۱۔ جھوٹا مدعی زیارت نارِ جہنم کا مستحق ہے۔

۲۔ فاسق و فاجر اور مبتدع شخص کا ایسا قول ناقابلِ اعتبار ہے۔

۳۔ جو رہنما خلافِ واقع تفردات کے دعویدار ہیں وہ بھی ناقابلِ اعتبار ہے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنی تنظیم میں کام کرنے کی پیشکش کرنا صریح بے ادبی ہے (یعنی مقام و منصبِ نبوت میں تخفیف ہے)

۵۔ ایسے خواب عوام میں بیان کرنا خلافِ مصلحت و حکمت ہیں۔

۱۔ مقاصد شرعیہ میں "سدِ ذرائع" ہے:

مفتی صاحب نے اپنے جرأ تمندانہ فتویٰ میں ایسے خواب عوام میں بیان کرنے کو مقاصد شرعیہ میں سدِ ذرائع قرار دیا ہے جو کہ مستحسن تفرد ہے۔ جب کہ دیگر فتاویٰ جات میں ایسے خوابوں کو عبث ولایعنی قرار دے کر خانۂ گستاخی میں تو مقید کیا گیا ہے لیکن انہیں مقاصد شرعیہ میں سدِ ذرائع قرار نہیں دیا گیا۔

۳۔ متصوفین اور ان کے عقیدتمندوں کے عقائد:

تہی دست مگر قرآن بدست تشریف لانے والے متصوفین سے متعلق ہمارے معتقدات اور خود ان کے خرق عادات یا اپنے متعلق خود ان کے اقوال خلاف غلو میں اب لطوف نہیں رہے، صبر وشکر، توکل ورضا اور نصیب وتقدیر کا درس دینے والے یہ محترم حضرات جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اتنی وافر جائیدادیں وراثت میں چھوڑ گئے کہ صدیوں سے ان کی اولاد و امجاد میں تقسیم ہو رہی ہیں مگر اختتام پذیر نہیں، درگاہوں سے مزارات سے لوگوں کی مرادیں بر لانے والوں کی اپنے سجادگان کی سیرت وکردار سے صرف نظر محض شفقت پدرانہ ہے، بایں ہمہ یہ سلسلہ فقدان کا نہیں، بلکہ ارتقا کی اوج ثریا پر کمندیں ڈال چکا ہے، تلہ گنگ ضلع چکوال کے پانچ علماء ایک پیر صاحب کی سی ڈی دیکھ کر خود پیر صاحب کی خدمت میں پہنچے اور پوچھا۔

۱۔ لوگ آپ کو سجدہ کر رہے ہیں؟ اس نے کہا یہ تمہاری نظروں میں مجھے سجدہ کر رہے ہیں، در حقیقت میرے اندر ان کو اللہ تعالیٰ نظر آتا ہے پھر ایک مرید نے بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سرکار پاک کے اندر ہے اس لئے ہم ان کو سجدہ کرتے ہیں۔

۲۔ آپ کے مرید آپ کی طرف اشارہ کر کے یا رسول اللہ کہہ رہے ہیں تو اس نے کہا یہ ان کا عقیدہ ہے۔

۳۔ اس نے مزید کہا، حضرت آدم و حضرت یوسف علیہما السلام کو سجدہ ہوا اور میں آدم زادہ ہوں مجھے سجدہ ہو سکتا ہے۔

۴۔ اس نے کہا، کعبہ صرف ایک پوائنٹ ہے، اللہ ہر جگہ موجود ہے حتیٰ کہ بیت الخلاء میں بھی سجدہ ہو سکتا ہے۔ **(ملخصاً)**

مذکورہ پانچ علماء نے سوالنامہ ترتیب دے کر محترم مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے فتویٰ طلب کیا تو موصوف نے تمہید میں ہی قرآنی آیات اور تفسیر خازن کے علاوہ ارباب متصوفین مثلاً شیخ محی الدین ابن عربی، امام غزالی اور شیخ عبدالقادر جیلانی علیہم الرحمہ کے اقوال سے منتج کیا کہ جو ولی (المعروف پیر) عقل وخرد اور ہوش وحواس کے سالم رہتے ہوئے میزان شریعت سے باہر نکلے اس کا رد اور انکار واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ولی وہ ہے جو شرعی دلیلوں پر مبنی صحیح عقیدے پر قائم ہو، پھر ترتیب وار حسب ذیل جوابات تحریر فرمائے۔

۱۔ جو پیر کا قول نقل کیا گیا ہے وہ سراسر کفر ہے کیونکہ وہ اس بات پر راضی ہے کہ ان کے مریدین ان کو سجدہ کریں اور چونکہ پیر کا کہنا یہ ہے کہ میرے اندر ان کو اللہ نظر آتا ہے وہ اس کو سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کو چونکہ بندگی کی نیت سے سجدہ کیا جاتا ہے لہٰذا پیر کو "علیٰ وجہ العبودیت" سجدہ کیا جا رہا ہے جو کہ کفر وشرک ہے اور اس پر ایک واضح قرینہ مرید کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سرکار پاک کے اندر ہے اس لئے ان کو سجدہ کرتے ہیں اگر یہ سجدہ علیٰ وجہ التعظیم ہو تب بھی حرام

ہے اور صریح فسق ہے اور کوئی فاسق پیر نہیں ہو سکتا۔

۲۔ پیر کا جو عقیدہ بیان کیا گیا ہے وہ بھی صراحۃً کفر ہے پیر کے مریدین جو اپنے شیخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یا رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں وہ اپنے پیر کو (معاذ اللہ) اللہ کا رسول سمجھتے ہیں اس پر واضح دلیل خود پیر کا یہ قول ہے کہ یہ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ مجھے اللہ کا رسول اعتقاد کرتے ہیں (معاذ اللہ) اگر یہ مریدین کا عقیدہ ہے تو باطل ہے اور پیر صاحب کا اس پر راضی ہونا اپنی رسالت کے مدعی ہونے کی دلیل ہے جو کہ صریح کفر ہے۔

۳۔ حضرت آدمؑ اور حضرت یوسفؑ کی شریعت میں غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی جائز تھا اور ایک روایت کی رو سے ان کی حیثیت جہت سجدہ کی تھی جیسے بیت اللہ ہے لیکن شریعت محمدی میں غیر خدا کے لئے سجدۂ تعظیمی ناجائز و حرام ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم وقدرت کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے یہ عقیدہ درست ہے لیکن یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے یہ کفر ہے..... (نیز) سجدہ جزءِ نماز ہے نماز کے لئے طہارت شرط ہے، بیت الخلا نجس جگہ ہے، پیر کا یہ کہنا کہ بیت الخلا میں بھی سجدہ ہو سکتا ہے استخفافِ عبادت (یعنی عبادت کو ہلکا اور معمولی سمجھنا) ہے جو کہ کفر ہے۔ (تفہیم المسائل، جلد ۶، ص ۳۲۔۳۳)

اس فتوے میں:

ایک تفرد تو یہ ہے کہ آپ نے تمہید میں ہی مصلحت پسندوں کی طرح جواب لکھنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایسے پیروں مریدوں کے معتقدات کا رد بھی کیا ہے اور نکیر و انکار کرنے کو واجب قرار دیا ہے اور یہ کہ فاسق کبھی پیر نہیں ہو سکتا۔

دوسرا تفرد یہ ہے کہ سجدۂ عبودیت تو ہے ہی کفر و شرک لیکن سجدۂ تعظیمی کو ناجائز جیسے لفظ سے بیان کرنے کے بجائے حلقۂ حرام میں رکھا ہے۔ ہمارے معاصر علماء و مشائخ اس مسئلے پر واضح موقف اختیار کرنے کے بجائے مصلحت سے کام لیتے ہیں۔ یہاں مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا تفرد یہ ہے کہ موصوف نے سجدۂ تعظیمی کو دائرۂ حرام میں رکھا ہے اس لئے کہ فعل حرام کو حلال یقین کر کے انجام دینا بھی کفر ہے اسے صغریٰ کبریٰ کے نتیجہ سے باآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

تیسرا تفرد پیرا گراف ۴ میں ہے، محافل وعظ اور خطبات جمعہ میں علماء بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے وہ شہ رگ سے قریب تر ہے، وھو معکم۔ ونی انفسکم۔ مومن کا دل اللہ کا گھر ہے وغیرہ مگر مفتی صاحب نے فرمایا "لیکن یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے یہ کفر ہے۔" اور ایک لائن پہلے بھی لکھا ہے کہ درست عقیدہ یوں کہنا ہے "اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے"

اسی میں چوتھا تفرد یہ ہے کہ بیت الخلاء میں جائز سمجھ کر سجدہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ کیا مولود کعبہ ہونا امتیازی فضیلت ہے؟

خانہ کعبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کو ان کے امتیازی فضائل میں شمار کیا جاتا ہے اور یہی عرف عام ہے، اسی حوالہ سے مفتی صاحب سے سوال کیا گیا کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جائے ولادت کعبۃ اللہ شریف ہے؟ اور کیا یہ حضرت علی رضی

اللہ عنہ کیلئے امتیازی فضیلت کا سبب ہے؟

محترم مفتی صاحب نے جواب میں متعدد حوالہ جات سے اس کی تائید کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی تھی، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

> "حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ کعبہ میں ہوئی ہے ایسی روایات موجود ہیں اور یہ عہد جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام کا واقعہ ہے اس میں آپ کا تفرد نہیں ہے بلکہ روایات سے ثابت ہے کہ حکیم بن حزام کی ولادت بھی کعبہ میں ہوئی تھی" (تفہیم المسائل، ج ۶، ص ۴۴)

دو صفحات بعد بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ہمارے علماء میں سے مفتی اقتدار احمد خان نعیمی نے اپنے دلائل سے اس واقعہ کا انکار کیا ہے، ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے اور نہ ہی یہ بحث ضروریات دین میں سے ہے اور عہد جاہلیت کا ہر عمل شرعی حجت بھی نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس واقعہ سے قطع نظر بھی اسلام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت مسلم ہے۔" (تفہیم المسائل، ج ۶، ص ۴۶)

زیر بحث مسئلہ ضروریات عقائد میں اہمیت کا حامل ہے اور عرف عام میں اس تاریخی واقعہ کو عقیدہ کا درجہ دے کر ضروریات دین کا جزء بنایا جا چکا ہے اور مفتی صاحب کا یہ فرمانا "اور نہ ہی یہ بحث ضروریات دین میں سے ہے" ان کا جرأتمندانہ تفرد ہے، نیز یہ لکھنا کہ کعبہ میں ولادت نہ تو حضرت علیؓ کا تفرد ہے اور نہ زمانہ جاہلیت کے اس قسم کے عمل کو شرعی حجت قرار دیا جا سکتا ہے (ملخصاً) عصر حاضر کے معروف معتقدات کے برعکس میرے نزدیک مفتی صاحب کا یہ بھی تفرد ہے۔

۵۔ مسبوق مقتدی تشہد میں شامل ہو تو کیا کرے۔

سوال کیا گیا کہ "اگر مقتدی درمیان تشہد نماز میں شامل ہوتا ہے اور اس کے تشہد شروع یا مکمل کرنے سے پہلے امام کھڑا ہو جاتا ہے تو مقتدی کے لئے کیا حکم ہے؟ اسی طرح آخری قعدہ میں ایسا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب کے شروع میں مفتی صاحب بطور تمہید تحریر فرماتے ہیں:

> "وہ مقتدی جو ابتدا سے امام کے ساتھ نماز میں شامل ہے اس کے لئے قعدۂ اولیٰ پر بیٹھنا اور تشہد کا پورا پڑھنا واجب ہے اور قعدۂ اخیرہ کیلئے تشہد کی مقدار بیٹھنا فرض اور پورے تشہد کا پڑھنا واجب ہے، تو اگر امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اور مقتدی نے اپنا تشہد پورا نہ پڑھا ہو تو وہ تشہد پورا کر کے کھڑا ہو، لیکن اگر اسے اندیشہ ہو کہ امام جلدی تا تکمیل کر کے رکوع میں چلا جائے گا تو تشہد نامکمل چھوڑ کر امام کے ساتھ قیام میں شامل ہو جائے، وہ مقتدی جو نماز کے درمیان میں پہلے یا آخری تشہد میں امام کے ساتھ آکر شامل ہو تو قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ چونکہ اس کی اپنی ترتیب کے اعتبار سے نہ اس کا پہلا قعدہ ہے اور نہ آخری، لہٰذا وہ تشہد کو نا تمام چھوڑ کر بھی کھڑا ہو سکتا ہے، علامہ ابن عابدین شامی نے ان دو صورتوں میں

مسبوق مقتدی کیلئے تشہد پورا پڑھنے کو اپنا مختار قرار دیا ہے اور نامکمل چھوڑنے کو بھی جائز رکھا ہے۔ (تفہیم، ج/۶، ص/۶۲)

علامہ شامی نے مسبوق مقتدی کے لئے مکمل تشہد پڑھنے کو اپنا مختار قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ "تشہد مکمل پڑھنے کو مطلقاً واجب قرار دینے کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مقتدی بھی تشہد پوری پڑھے پھر کھڑا ہو لیکن میں نے یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ کہیں نہیں دیکھا" مگر شامی نے تشہد نامکمل چھوڑ کر امام کے ساتھ شامل ہونے کو بھی جائز لکھا ہے اور بعینہ یہی موقف مگر قیاس کے تقاضا کی قید کے ساتھ مفتی منیب الرحمن صاحب کا ہے، یہاں مفتی صاحب کا تفرد اس معنیٰ میں ہے کہ جس صورت کو علامہ شامی نے اپنا مختار قرار دیا ہے اسی صورت کو مفتی صاحب نے قیاس کا تقاضا قرار دیا ہے۔ اور فقہ میں قیاس کا اپنا ایک مسلّم درجہ ہے اس لئے یہ مفتی صاحب کا تفرد ہے۔

اسی جواب کے آخر میں مولانا احمد رضا خان قادریؒ کا درج ذیل موقف نقل کرتے ہیں۔

"دوسرے یہ کہ اس کا فعل، فعل امام کے بعد بدیر واقع ہو، اگرچہ بعد فراغ امام فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا، پھر یہ فصل ضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں، ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدہ اولیٰ میں آکر ملا، اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہئے کہ التحیات پوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جا ملے، فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام، قیام امام کے بعد ختم ہوگا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر، ضرورت شرعیہ تھی، اور اگر بلاضرورت فصل کیا تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جا ملنا فوت نہ ہو ترک سنت ہے اور کثیر میں جس طرح سوال میں ہے کہ فعل امام ختم ہونے کے بعد اس نے فعل کیا ترک واجب ہے جس کا حکم اس نماز کو پورا کر کے اعادہ کرنا ہے۔" (تفہیم المسائل، ج/۶، ص/۶۶)

مولانا احمد رضا قادری بریلویؒ کی عبارت سے واضح ہے کہ مقتدی قعدہ اولیٰ میں آکر ملا اور اسی وقت امام کھڑا ہو گیا تو مقتدی التحیات مکمل پڑھ کر کھڑا ہو، یہاں تک کہ اس کے قیام میں شامل ہونے سے پہلے ہی امام تیسری رکعت کے رکوع میں چلا گیا تو اگرچہ مقتدی کا قیام، امام کے قیام کے اختتام کے بعد ہوا مگر یہ تاخیر، ضرورت شرعیہ تھی (یعنی مکمل تشہد پڑھنا) اس لئے کوئی حرج نہیں، نیز اگر قلیل فصل کے بعد جا ملا تو ترک سنت ہے اور اگر فصل کثیر یعنی فعل امام کے ختم ہونے کے بعد مسبوق نے فعل کیا تو ترک واجب ہے تو ثابت ہوا کہ مولانا احمد رضا قادریؒ کے نزدیک امام کی اتباع میں مسبوق مقتدی کے لئے بھی قعدہ اخیرہ واجب ہے۔

مولانا احمد رضا خان قادریؒ کی مذکورہ عبارت نقل کرنے سے پہلے اسی صفحہ پر مفتی منیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ اس تشہد کے بارے میں ہے جو تبعاً واجب ہے اور یہ تین یا چار رکعت والی نماز کا قعدہ اولیٰ ہے جس کے بعد امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور یہ قعدہ مدرک مقتدی اور امام دونوں پر واجب ہے، ابھی تک ایسا کوئی جزیہ ہمارے علم میں نہیں آیا جس میں یہ صراحت ہو کہ اگر مقتدی آخری تشہد میں امام کے ساتھ ملا تو امام کی متابعت میں وہ تشہد مقتدی پر بھی واجب ہو جاتا ہے تاکہ التحیات نامکمل رہنے کی

صورت میں اس پر بلا تر دد کر وہ تحریمی کا اطلاق کیا جاسکے" (تفہیم المسائل، ج ۶، ص ۶۶)

مفتی صاحب کی اس عبارت کی آخری دو سطریں "ابھی تک ایسا کوئی جزیہ سے لے کر اطلاق کیا جاسکے" ان کا تفرد ہے۔

۶۔ قضائے عمری ادا کرنے کا طریقہ:

بعض مذہبی اور روحانی حلقے نہ صرف زبانی کلامی بلکہ تحریروں میں بھی قضائے عمری کے حوالے سے ترغیب دیتے ہیں کہ فلاں وقت یا فلاں موقع پر یہ نوافل پڑھے جائیں اور اس میں فلاں فلاں چیزیں پڑھی جائیں تو عمر بھر کی قضا نمازیں ادا ہو جاتی ہیں یا فلاں موقع پر اتنی رقم ادا کر دی جائے تو عمر بھر کی قضا نمازوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا، اس قسم کی نمازوں کو اسلاف میں سے بعض روحانی شخصیات سے منسوب کر کے اسے شریعت کا جز بنایا جا چکا ہے جیسا کہ اس نماز سے متعلق پوچھے گئے سوال سے بھی ظاہر ہے، سوال کیا گیا کہ نماز قضائے عمری ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

مفتی منیب الرحمن صاحب نے مذکورہ سوال کے جواب میں قضا نمازوں کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے، احادیث اور کتب فقہ کی روشنی میں واضح فرمایا ہے کہ "قضا نمازیں مکروہ اوقات کے علاوہ جب بھی فرصت ملے ادا کرتے رہنا چاہئے اور ہر وقت کی نماز کے ساتھ یعنی وقتی نماز سے پہلے یا بعد میں اس وقت کی نماز کی کم از کم ایک قضا پڑھ لیں" یعنی قضا نماز کسی حیلہ یا کفارہ سے نہیں بلکہ پڑھنے سے ادا ہوگی۔

اسی طرح بخاری کی حدیث نمبر ۵۹۷ من نسی صلوٰۃ فلیصلھا اذا ذکرھا، لا کفارۃ لھا الا ذلک (جس کی نماز بھول سے رہ جائے تو جیسے ہی اسے یاد آئے پڑھ لے اس کے سوا اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے) کو مرکزی خیال بنا کر تقدیا جس کی صورت میں قضائے عمری کے کسی کفارے کی نفی کر دی ہے، اسی طرح اسی جلد ۶ کے صفحہ ۸۰ پر ایک سوال "شریعت نے قضا نماز ادا کرنے کیلئے جو حیلہ مقرر کیا ہے اس کا طریقہ کیا ہے؟" کے جواب میں لکھتے ہیں۔

> "جس شخص کے ذمے قضا نمازیں ہوں گی، زندگی میں اس پر ان نمازوں کی ادائیگی فرض ہے، جب تک انہیں ادا نہ کرے گا آخرت کی جواب دہی سے بری الذمہ نہ ہوگا، زندگی میں قضا نمازوں کی تلافی کسی حیلے سے نہیں ہوسکتی، نمازیں پڑھنا لازمی ہے" مطلب یہ کہ عمر بھر کی قضا نمازوں کا کوئی کفارہ نہیں بلکہ قضا نمازیں پڑھنی ہوں گی، پھر قضائے عمری نماز کی دو ٹوک نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں"
>
> "قضائے عمری عوام کی اصطلاح ہے یہ کوئی شرعی یا فقہی اصطلاح نہیں ہے تاہم اس کے جو معنی ظاہری طور پر سمجھ میں آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ کسی کی عمر بھر کی نمازیں خدانخواستہ قضا ہو گئی ہوں، شریعت میں ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ کسی خاص دن یا خاص موقع پر کوئی خاص نماز پڑھ لی جائے تو اس سے عمر بھر کی قضا نمازوں کی تلافی ہو جائے گی یہ محض جاہلانہ سوچ ہے۔" (تفہیم المسائل، ج ۶، ص ۸۱-۸۲)

قضائے عمری کے جواز اور ترغیب کے بارے میں تحریریں موجود ہیں اگرچہ وہ غیر معروف شخصیات سے منسوب اور نجی ہیں مگر ہمارے فقہائے کرام بھی اس نماز یعنی قضائے عمری سے متعلق اپنے فتووں میں قضا نمازوں کو ادا کرنے کی تاکید تو ضرور کرتے

ہیں لیکن اس بنا پر کی واضح طور پر نفی نہیں کرتے ، اسی طرح جب قضا نمازوں کے فدیہ کی ادائیگی سے متعلق پوچھا جاتا ہے تو جواب میں میت کی قضا نمازوں کے فدیہ کے بارے میں لکھا جاتا ہے اور زندہ شخص کی قضا نمازوں کے فدیہ کی نفی نہیں کی جاتی حالانکہ سوال مطلق ہوتا ہے اس میں زندہ ، مردہ کی قید نہیں ہوتی ، مگر مفتی منیب الرحمن نے جہاں زندہ لوگوں کی قضا نمازوں کے حوالے سے فدیہ حیلہ یا کفارہ کو غیر شرعی قرار دے کر اس کی نفی کی ہے وہاں نماز قضائے عمری کو غیر شرعی بتا کر نہ صرف اس کی نفی کی ہے بلکہ اسے محض جاہلانہ سوچ قرار دیا ہے اور اس اصطلاح کو بھی غیر شرعی اور غیر فقہی قرار دیا ہے یہ ان کا تفرد ہے۔

۷۔ عورت کی امامت کا حکم:

سوال کیا گیا کہ "کیا عورتیں صلوٰۃ التسبیح یا تراویح میں امامت کر سکتی ہیں؟ مفتی صاحب کے جواب میں واضح ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کرام کے تین موقف ہیں ، ایک یہ کہ عورت ، مردوں کی امام نہیں بن سکتی اس میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے دوم یہ کہ عورت کا عورتوں کی امامت کرنا مکروہ تنزیہی ہے ، سوم یہ کہ عورت کا عورتوں کی امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے جبکہ کسی نے خلاف اولیٰ بھی کہا ہے۔

محترم مفتی منیب الرحمن نے تینوں موقف تفصیل سے بیان کرنے کے بعد دوسرے اور تیسرے موقف میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی بجائے اس کا فیصلہ اپنے عہد کے مفتیان کرام چھوڑ دیا ہے کہ وہ حسب موقع کسی بھی موقف پر فتویٰ دے سکتے ہیں ، مفتی صاحب اپنے اس منفرد موقف کے حوالے سے لکھتے ہیں "ہمارے عہد کے مفتیان کرام دینی حکمت اور ضرورت کے تحت موقع کی مناسبت سے کسی ایک موقف پر رائے دے سکتے ہیں۔" (تفہیم المسائل ، ج ۶ ، ص ۱۱۸)

مطلب یہ کہ عورت کا عورتوں کی امامت کرنا مکروہ تنزیہی ہے تحریمی ہے ، خلاف اولیٰ ہے جب موقف متفق علیہ نہیں ہے تو اسے مفتیان کرام کی صوابدید کے سپرد فرما دیا کہ وہ عصری واقعات و حالات کے تناظر میں جس موقف کو وقت کی ضرورت سمجھیں اسی پر فتویٰ صادر فرمائیں ، مفتی صاحب موصوف کا یہ مختار ہی ان کا تفرد ہے۔

۸۔ زکوٰۃ فنڈ سے پگڑی پر مکان لینے کیلئے مدد کرنا:

سوال یہ کیا گیا کہ "ہمارے علاقے میں چونکہ رہائشی فلیٹ تقریباً پگڑی پر ملتے ہیں ، غریب مستحق افراد خود ہی ایسے مکان ڈھونڈ لیتے ہیں اور ہماری جماعت (جو ایک فلاحی ادارہ ہے) میں درخواست دے دیتے ہیں ، ہمارے مخیر حضرات یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ ایسے غریب اور ضرورتمند اراکین کے لئے ہماری جماعت کو زکوٰۃ فنڈ دے کر پگڑی کا مکان رہائش کیلئے دلوانے میں مدد کر سکتے ہیں ، اس طرح ان کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟"

مفتی صاحب اپنے جواب کے شروع میں ان علماء کے بارے میں لکھتے ہیں جو حقوق کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں اور ان معاصر مفتیان کرام کے نام بھی درج فرمائے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

> "ہمارے بعض علماء کرام پگڑی پر جائیداد کے لین دین کے قائل ہیں ، ان کے نزدیک حقوق کی بیع جائز ہے کیونکہ اس پر عرف جاری ہے لہٰذا ان کے نزدیک پگڑی پر دکان یا مکان کی خرید و فروخت جائز ہے ، پس

جو لوگ احتیاط پر عمل کرنا چاہیں وہ اس سے احتراز کریں اور جو اس سے استفادہ کرنا چاہیں وہ ان علماء پر اعتماد کر کے ایسا کر سکتے ہیں، ہمارے معاصر علماء میں سے مفتی محمد رفیق حسنی، مفتی محمد ابراہیم قادری، مفتی وسیم اختر المدنی، مفتی محمد اسمٰعیل نورانی زید مجدہم پگڑی پر جائیداد کے لین دین کو جائز کہتے ہیں"

اس کے بعد مفتی منیب الرحمٰن صاحب اپنا موقف تحریر کرتے ہیں۔

"زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک (مالک بنانا) شرط ہے یعنی جسے مشکوٰۃ دی جارہی ہے اسے اس مال پر تصرف کا مکمل اختیار حاصل ہونا چاہئے، جب کہ پگڑی سسٹم میں مکان یا فلیٹ کی ملکیت نہ پائے جانے کے سبب مالکانہ تصرف کا اختیار باطل ہو جاتا ہے" (تفہیم المسائل، ج/۶، ص ۱۹۰)

مفتی صاحب موصوف نے اپنے ہم عصر علماء سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی دین کے نظریۂ توسع کو مدنظر رکھتے ہوئے سائل کو بر سبیل اعتماد مذکورہ مفتیان کرام کے فتوٰی پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے عہد حاضر میں یہ طرز عمل تفرد کی اعلیٰ مثال ہے۔

اگر حقوق کی بیع کو جائز تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی اشکال موجود ہے کہ صاحب نصاب وہ حقوق زکوٰۃ فنڈ سے خرید رہا ہے، زکوٰۃ کا مستحق متعین ہے جسے وہ حقوق منتقل کئے جائیں گے مگر زکوٰۃ کی رقم مستحق زکوٰۃ کی ملک میں نہیں آئی، اور نہ ہی وہ پراپرٹی اس کی ملک میں آئی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حقوق اسے اس طرح ہبہ کئے گئے ہیں کہ وہ صرف اس میں سکونت اختیار کر سکتا ہے لیکن اپنی سہولت کے لئے اس پراپرٹی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتا، اگر پراپرٹی کے مروجہ قواعد کو سامنے رکھا جائے تو وہ پراپرٹی مستحق زکوٰۃ کو ہبہ تصور ہوگی نہ کہ زکوٰۃ کا مال جب کہ زکوٰۃ کی بطور ہبہ مستحق زکوٰۃ کو ادائیگی عند الشرع محل نظر ہے۔ نیز پراپرٹی کے حقوق استعمال کرنے والا (مستحق زکوٰۃ) اگر وہی حقوق کسی اور کو بیچے گا تو اصل زر کے اوپر ملنے والے کل منافع کا وہ مالک نہیں ہوگا بلکہ نصف منافع پراپرٹی کے مالک کا ہوگا یہاں مضاربہ کی شکل ہو جاتی ہے، لہٰذا عصر حاضر کے مفتیان کرام کے فتوٰی کے مقابلہ میں مفتی منیب الرحمٰن کا فتوٰی راجح اور منفرد ہے۔